رسول کریمؐ کی امانت و دیانت

امانت و دیانت کی بنیاد نیک نیتی دلی سچائی اور راستبازی ہے۔ رسول کریمؐ میں یہ وصف بھی خوب نمایاں تھا۔ آپ اہل مکہ میں اس خوبی میں ایسے ممتاز تھے کہ سب آپ کو ''صدوق وامین'' کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اپنی امانتیں آپ کے پاس بے خوف و خطر رکھتے تھے۔

قریش مکہ نبی کریمؐ کے خون کے پیاسے اور آپ کے قتل کے درپے تھے۔ مگر حضورؐ کو ہجرت مدینہ کے وقت ان کی امانتوں کی واپسی کی فکر تھی۔ چنانچہ مکہ چھوڑتے ہوئے اپنے عم زاد حضرت علیؓ کو ان خطرناک حالات کے باوجود پیچھے چھوڑا کہ وہ امانتیں ادا کر کے مدینہ آئیں۔

رسول کریمؐ کے دل میں امانت کا جس قدر احساس گہرا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا کہ اگر کوئی گری پڑی چیز مل جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کی نشانیاں بتا کر اعلان کرتے رہو پھر اگر اس کا مالک آ جائے تو اسے لوٹا دو۔ وہ کہنے لگا اگر کوئی گمشدہ اونٹ مل جائے تو اس کا کیا کریں؟ نبی کریمؐ بہت ناراض

ہوئے چہرہ کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمانے لگے تمہیں اس سے کیا اس اونٹ کے پاؤں ساتھ ہیں وہ درخت چرتا اور پانی پی کر زندہ رہ سکتا ہے۔ تم اسے چھوڑ دو یہاں تک کہ خود اس کا مالک اُسے پالے۔(بخاری)[1]

حضرت سائب بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت عثمانؓ اور زبیرؓ مجھے اپنے ساتھ لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری تعریفیں کرنے لگے۔ رسول کریمؐ نے انہیں فرمایا! آپ لوگ بے شک مجھے اس کے بارے میں زیادہ نہ بتاؤ۔ یہ جاہلیت کے زمانے میں میرا ساتھی رہا ہے۔ سائب کہنے لگے ہاں یارسول اللہؐ! آپؐ کتنے اچھے ساتھی تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اے سائب دیکھنا جاہلیت میں تمہارے اخلاق بہت نیک تھے۔ اسلام میں بھی وہ قائم رکھنا۔ مثلاً مہمان نوازی، یتیم کی عزت اور ہمسائے سے نیک سلوک وغیرہ پر خاص توجہ دینا۔

دوسری روایت میں ہے کہ سائبؓ آنحضرتؐ کے ساتھ تجارت میں شریک رہے۔ فتح مکہ کے دن سائب نے یہ گواہی دی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے کبھی جھگڑا نہیں کیا۔(احمد)[2]

غزوۂ خیبر کے محاصرہ کے وقت بھوک اور فاقے کے ایام میں مسلمانوں کی امانت کا ایک کڑا امتحان ہوا۔ ہوا یوں کہ یہود کے ایک حبشی چرواہے نے اسلام قبول کرلیا اور سوال پیدا ہوا کہ اس کے سپرد یہود کی بکریوں کا کیا کیا جائے۔ نبی کریمؐ نے ہر حال میں امانت کی حفاظت کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ آپؐ نے

اپنے صحابہ کی بھوک اور فاقہ کی قربانی دیدی مگر کیا مجال کہ آپ کی امانت میں کوئی فرق آیا ہو حالانکہ یہ بکریاں دشمن کے طویل محاصرہ میں تو مہینوں کی خوراک بن سکتی تھیں۔مگر آپؐ نے کس شان استغناء سے فرمایا کہ بکریوں کا منہ قلعے کی طرف کر کے ان کو ہانک دو۔خدا تعالیٰ ان کو ان کے مالک کے پاس پہنچادے گا۔نومسلم غلام نے ایسا ہی کیا اور بکریاں قلعے کے پاس پہنچ گئیں جہاں سے قلعے والوں نے ان کو اندر داخل کرلیا۔سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ جنگ میں بھی جہاں سب کچھ جائز سمجھا جاتا ہے کس شدت سے امانت کے اصول پر عمل کرتے اور کرواتے تھے۔(ابن ھشام)3

لڑنے والوں کے مال آج بھی میدان جنگ میں حلال سمجھے جاتے ہیں۔کیا آج کل کے مہذب زمانہ میں کبھی ایسا واقعہ ہوا ہے کہ دوران جنگ دشمن کے جانوراور مال و اسباب ہاتھ آگئے ہوں اور ان کو دشمن فوج کی طرف سے واپس کردیا گیا ہو۔نہیں نہیں! آج کی دنیا میں عام حالات میں بھی دشمن کے مال کی حفاظت تو درکنار، اسے لوٹنا جائز سمجھا جاتا ہے۔مگر قربان جائیں دیانتداروں کے اس سردار پر کہ دشمن کا وہ مال جوایک طرف فاقہ کش اور بھوک کے شکار مسلمانوں کی مہنیوں کی غذابن سکتا تھا، دوسری طرف دشمن اس سے اپنا محاصرہ لمبا کھینچ کر مسلمانوں کو پسپائی پر مجبور کرسکتا تھا۔ان سب باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور امانت مالکوں کے سپرد کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

حوالہ جات

1 بخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموعظة

2 مسند احمد جلد3ص425بیروت

3 السیرة النبویه لابن هشام جلد4ص42